HABIBIA ISLAMICUS

(The International Journal of Arabic & Islamic Research)

Bi-Annual, Trilingual (Arabic, English, Urdu)

ISSN:2664-4916 (P) 2664-4924 (E)

Home Page: http://habibiaislamicus.com

Approved by HEC in Y Category

Indexing: IRI (AIOU), Australian Islamic Library, ARI, ISI, SIS, Euro pub.

PUBLISHER: HABIBIA RESEARCH ACADEMY

Project of **JAMIA HABIBIA INTERNATIONAL,** Reg. No: KAR No. 2287 Societies Registration Act XXI of 1860 Govt. of Sindh, Pakistan.

Website: www.habibia.edu.pk,

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

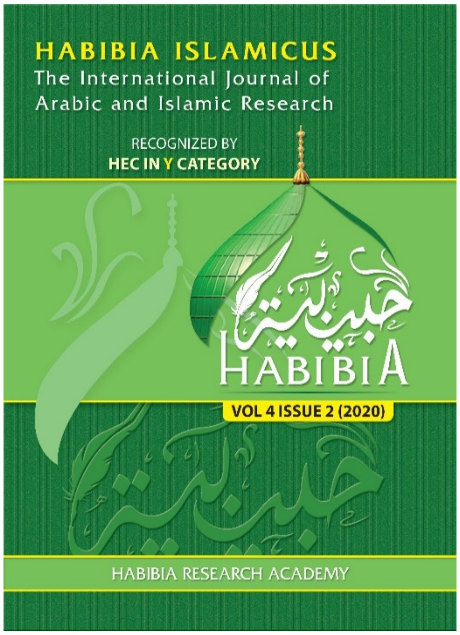

TOPIC:

GUIDING PRINCIPLES OF DA'WAH IN THE LIGHT OF ANECDOTE OF YOUSUF

واقعہ یوسف کی روشنی میں دعوت دین کے رہنما اصول

AUTHORS:

1. *Burhan Ullah, Research scholar, Department of Islamic Studies, Federal Urdu University. Email: Farooqi557@gmail.com , Orcid ID: https://orcid.org/0000-0001-9994-8018*
2. *Prof. Dr. Abdul Ghafoor Baloch, Ex. Dean Faculty of Islamic Studies, FUUAST, Karachi. Email: draglashari@gmail.com , Orcid ID: https://orcid.org/0000-0002-2871-0421*

HOW TO CITE: *Ullah, Burhan, and Abdul Gafoor Baloch. 2020. "URDU 8 GUIDING PRINCIPLES OF DA'WAH IN THE LIGHT OF ANECDOTE OF YOUSUF: واقعہ یوسف کی روشنی میں دعوت دین کے رہنما اصول". Habibia Islamicus (The International Journal of Arabic and Islamic Research) 4 (2):111-36. https://doi.org/10.47720/hi.2020.0402u08.*

URL: http://habibiaislamicus.com/index.php/hirj/article/view/135

Vol. 4, No. 2 || July –December 2020 || P. 103-114

Published online: 2020-12-10

QR. Code

GUIDING PRINCIPLES OF DA'WAH IN THE LIGHT OF ANECDOTE OF YOUSUF

واقعہ یوسف کی روشنی میں دعوت دین کے رہنما اصول

Burhan Ullah　　*Abdul Ghafoor Baloch*

ABSTRACT:
Allah SWT has created the mankind for a practical teste. In order to prepare them in the best possible way and also to help them remain on the righteous path, Allah SWT sent a chain of prophets to perpetually guide them in all these spheres of their lives. As Nabi SWT was the last of the prophets, the doors of prophet hood were closed and no more prophet will be sent by Allah SWT until the Day of Judgment. This means that Allah SWT gave the work of prophets to this Ummah. All the prophets received revelation by Allah SWT which was not possible for common people. Resultantly, Allah SWT revealed the stories of how the prophets preached, to teach this Ummah the manners of da'wah. In this brief article, I have tried to clear some basic principle of da'wah according the guidelines of anecdote of Yousuf As, which is revealed in Surah-e-Yousuf. The novella is as follows: Preacher must take care of his personality building, take the best opportunity and use a very polite and caring style for getting attention. He must use very lovely names of his audience, focus on oneness of Allah and should use a slow and gradual procedure. He must bear politeness in his behavior, kindness in his heart and love of human being.
KEYWORDS: *Daw'ah preaching of Islam, Yousuf, principle of daw'ah in Surah Yousuf.*

تعارف: دعوت دین دراصل انبیاء کرام علیہم الرضوان کا کام ہے۔ خود قرآن کریم نے ان کی بعثت کا بنیادی مقصد انذار اور تبشیر ہی بتایا ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے: "وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ۔"[1] ترجمہ: اور ہم پیغمبروں کو صرف اسی لیے بھیجا کرتے ہیں تاکہ وہ خوشخبری سنائیں اور لوگوں کو ڈرائیں۔ اللہ سبحانہ وتعالی نے جناب نبی کریم ﷺ کو آخری نبی بنا کر بھیجا اور انبیاء والا کام اس امت کے سپرد کیا۔ مگر انبیاء کرام وہ ہستیاں ہیں جن کی تربیت خود اللہ سبحانہ وتعالی نے فرمائی ہے۔ اور عام انسان انبیاء کی طرح براہ راست تربیت سے محروم ہوتے ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالی نے جب یہ کام اس امت کے سپرد کیا تو ان کی تربیت کے لئے قرآن میں انبیاء کرام علیہم السلام کے اخلاق اور طریقہ دعوت بیان کیا، جس کے ذریعے مقصود اس امت کی داعیانہ صلاحیتوں میں نکھار پیدا کرنا ہے۔ اسی لیے دعوت دینے والوں کو چاہیے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی اختیار کردہ دعوتی اسالیب اور حکمت عملی کو سامنے رکھیں اور اسی کے مطابق اپنے زمانے میں اس کام کو آگے بڑھائیں، تبھی ان کی دعوت زیادہ موثر ہوگی۔ پھر مختلف انبیاء کرام علیہم السلام کے واقعات کی طرح حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ میں بھی بہت سے پوشیدہ دعوتی رہنما اصول مذکور ہیں، جن کو دعوت دین کے کام میں بنیادی اہمیت حاصل ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کو کریم ابن کریم کہا جاتا ہے۔ کیونکہ آپ علیہ السلام انبیائے کرام کی اولاد میں سے تھے۔ اسی طرح اللہ تعالی نے آپ کے نام پر قرآن کریم میں ایک الگ سورت سورہ یوسف کے نام سے نازل فرمائی۔ نیز اللہ تعالی نے آپ کے واقعے کو احسن القصص کہا

ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:"نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ أَحْسَنَ الْقَصَصِ"[2]ترجمہ: اے رسول ہم تم پر ایک نہایت بہترین واقعہ بیان کرتے ہیں۔ اس واقعے کو احسن القصص کہنے کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ یہ واقعہ جس قدر حکمتوں اور مواعظ و نصیحت پر مشتمل ہے، کسی دوسری جگہ اس کی نظیر نہیں ملتی۔ تو جب حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ احسن القصص ہے تو اس واقعے میں مذکور آپ کا دعوتی اسلوب بھی اہمیت کا حامل ہو گا، اور یہ دعوتی اسلوب، دعوت کی حکمت عملی اور اس کے رہنما اصولوں پر مشتمل ہو گا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے بھی اس واقعے کو قدرے وضاحت سے بیان فرمایا ہے۔[3](SEYOHARI 2002)

قرآن کریم میں حضرت یوسف علیہ السلام کے دعوتی اسلوب پر مشتمل واقعے کو کچھ یوں بیان کیا ہے: "وودَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيَانِ قَالَ أَحَدُهُمَا إِنِّي أَرَانِي أَعْصِرُ خَمْرًا وَقَالَ الْآخَرُ إِنِّي أَرَانِي أَحْمِلُ فَوْقَ رَأْسِي خُبْزًا تَأْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ نَبِّئْنَا بِتَأْوِيلِهِ إِنَّا نَرَاكَ مِنَ الْمُحْسِنِينَ (36) قَالَ لَا يَأْتِيكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقَانِهِ إِلَّا نَبَّأْتُكُمَا بِتَأْوِيلِهِ قَبْلَ أَنْ يَأْتِيَكُمَا ذَلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِي رَبِّي إِنِّي تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ كَافِرُونَ (37) وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ آبَائِي إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ مَا كَانَ لَنَا أَنْ نُشْرِكَ بِاللَّهِ مِنْ شَيْءٍ ذَلِكَ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ (38) يَا صَاحِبَيِ السِّجْنِ أَأَرْبَابٌ مُتَفَرِّقُونَ خَيْرٌ أَمِ اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (39) مَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِهِ إِلَّا أَسْمَاءً سَمَّيْتُمُوهَا أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ أَمَرَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ (40) يَا صَاحِبَيِ السِّجْنِ أَمَّا أَحَدُكُمَا فَيَسْقِي رَبَّهُ خَمْرًا وَأَمَّا الْآخَرُ فَيُصْلَبُ فَتَأْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ رَأْسِهِ قُضِيَ الْأَمْرُ الَّذِي فِيهِ تَسْتَفْتِيَانِ"[4]

ترجمہ:۔ اور اس کے ساتھ قید خانہ میں دو جوان داخل ہوئے، ان میں سے ایک نے کہا کہ میں خود کو شراب نچوڑتے ہوئے دیکھتا ہوں، اور دوسرے نے کہا کہ میں دیکھتا ہوں کہ میں اپنے سر پر روٹی اٹھا رہا ہوں جس میں سے جانور کھاتے ہیں، آپ ہمیں اس کی تعبیر بتلا دیں۔ ہم آپ کو نیکو کاروں میں سے سمجھتے ہیں۔ (حضرت یوسف) نے کہا کہ تمہیں جو کھانا دیا جاتا ہے، اس کے آنے سے پہلے ہی میں تم دونوں کو اس کی تعبیر بتا دونگا، یہ ان چیزوں سے ایک ہے جو مجھے میرے رب نے سکھائی ہیں۔ بے شک اس قوم کا مذہب میں نے ترک کر دیا ہے جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور آخرت کے بھی وہ منکر ہیں۔ اور میں اپنے باپ دادا ابراہیم، اسحاق اور یعقوب کے مذہب کی اتباع کرنے والا ہو گیا ہوں، ہمارے لئے یہ جائز نہیں کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک کریں۔ یہ ہم پر اور دیگر تمام لوگوں پر اللہ کا فضل ہے لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔ اے قید خانے کے ساتھیوں! کیا کئی الگ الگ معبود بہتر ہیں یا ایک اللہ، جو زبردست ہے۔ تم اس کے سوا چند ناموں کو پوجتے ہو، جو تم اور تمہارے آباء واجداد نے مقرر کر رکھے ہیں۔ اللہ نے کوئی سند ان کے بارے میں نہیں اتاری۔ اللہ کے سوا حکومت کسی کی نہیں ہے۔ اسی نے ہمیں حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرو، سیدھا راستہ یہی ہے لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔ اے

قید خانہ کے ساتھیوں! تم دونوں میں سے ایک اپنے آقا کو شراب پلائے گا، جبکہ دوسرے کو سولی دیا جائے گا۔ پھر پرندے اس کے سر میں سے کھائیں گے، تم جس بات کی تحقیق چاہتے تھے، اس کا فیصلہ ہو چکا ہے۔

اس واقعہ سے دعوت دین کے جو رہنما اصول اخذ ہو رہے ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں:

1۔ شخصیت سازی کی طرف خصوصی توجہ: اس واقعہ میں جب یہ دو قیدی حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس آتے ہیں اور اپنا خواب بیان کرتے ہیں، تو کچھ ان الفاظ میں خواب کی تعبیر بتانے کی درخواست کرتے ہیں: " نَبِّئْنَا بِتَأْوِيلِهِ إِنَّا نَرَاكَ مِنَ الْمُحْسِنِينَ "[5]ترجمہ: ہمیں اس کی تعبیر بتائیے، بلاشبہ ہم آپ کو نیکوکار سمجھتے ہیں۔ محسنین یعنی احسان کرنے والا۔ قیدیوں کا آپ کو احسان کرنے والا کہنا اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام جیل میں موجود تمام قیدیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرتے تھے، اور جیل میں رہتے ہوئے بھی انہوں نے اپنی شخصیت سازی پر خصوصی توجہ دی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ یہ دونوں قیدی آپ کے نیک اعمال اور اچھے اخلاق کو دیکھ کر اپنے خوابوں کی تعبیر کے لیے آپ کی طرف متوجہ ہوئے۔ احسان کا مطلب کسی کام کو بہتر سے بہتر طریقے سے انجام دینا ہے، جو کمال کا درجہ ہے۔ البتہ یہاں اس آیت میں احسان کا مفہوم یہ ہے کہ ہم آپ کو عبادت میں، گفتگو میں، غرض ہر چیز میں درجہ احسان پر فائز پاتے ہیں۔ [6] (NADVI بلا تاریخ)

اسی طرح " إِنَّا نَرَاكَ مِنَ الْمُحْسِنِينَ " کے تحت صاحب قرطبی لکھتے ہیں: "قَالَ الضَّحَّاكُ: كَانَ إِذَا مَرِضَ الرَّجُلُ مِنْ أَهْلِ السِّجْنِ قَامَ بِهِ، وَإِذَا ضَاقَ وَسَّعَ لَهُ، وَإِذَا احْتَاجَ جَمَعَ لَهُ، وَسَأَلَ لَهُ. "[7](QURTABI 1995) ترجمہ: ضحاک کہتے ہیں کہ اگر جیل والوں میں سے کوئی شخص بیمار ہو جاتا تو حضرت یوسف اس کی عیادت فرماتے، اگر کسی کو تنگدلی ہوتی تو وہ اس کی دلجوئی کرتے اور اگر کوئی محتاج ہو جاتا تو اس کی مالی معاونت کرتے۔ اگر دیکھا جائے تو جیل خانے میں عام طور پر حق اور ناحق والے سب برابر ہوتے ہیں۔ جیل کی انتظامیہ اور حکام کو اس سے کوئی غرض نہیں ہوتی کہ کون حق پر ہے اور کون ناحق پر۔ وہاں تمام قیدیوں کو ایک جیسے ماحول میں قید رکھا جاتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود آپ علیہ السلام جیل میں موجود تمام لوگوں کی توجہ کا مرکز بن چکے تھے۔ ان کی شرافت اور حسن اخلاق کا چرچا ہر سو عام ہو گیا تھا۔ [8] (NADVI بلا تاریخ) کتاب مقدس میں حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ کے تحت یہاں تک لکھا ہے کہ قید خانے کے داروغہ نے قیدیوں کے تمام انتظامی معاملات آپ کے حوالے کر دیئے تھے۔ "اور قید خانے کے داروغہ نے سب قیدیوں کو جو قید میں تھے یوسف کے ہاتھ میں سونپا اور جو کچھ وہ کرتے تھے اسی کے حکم سے کرتے تھے اور قید خانہ کا داروغہ سب کاموں کی طرف سے جو اس کے ہاتھ میں تھے بے فکر تھا۔"[9](MOSA 1979)

مفتی محمد شفیع صاحب نے بھی اپنی تفسیر معارف القرآن میں اسی مضمون کو بیان کیا ہے کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام قید خانے میں داخل ہوئے تو آپ اپنے پیغمبرانہ اخلاق و کردار اور رحمت و شفقت کی بناء پر سب قیدیوں کی خبر گیری اور دلجوئی کیا کرتے تھے۔ اگر کوئی قیدی بیمار ہو جاتا تو خود اس کی تیمارداری کرتے۔ اگر کسی کو غمگین اور پریشان پاتے تو اسے خوب تسلی دیتے، صبر کی تلقین سے اس کا حوصلہ بڑھاتے۔ آپ کوشش کرتے کہ خود تکلیف اٹھا کر دوسروں کو آرام پہنچائیں۔ اس کے ساتھ ساتھ رات بھر اللہ تعالی کے سامنے کھڑے ہو کر عبادت میں مشغول رہتے تھے۔ آپ کے یہ حالات دیکھ کر جیل کے تمام قیدی آپ کی بزرگی کے قائل ہو گئے تھے۔ یہاں تک کہ جیل کا آفیسر انچارج بھی متاثر ہو کر کہنے لگا کہ اگر میرے اختیار میں آپ کو آزاد کرنا ہوتا تو میں آپ کو آزاد کر چکا ہوتا۔ اب میں اتنا ہی میں کر سکتا ہوں کہ آپ کو یہاں جیل میں کوئی تکلیف نہ پہنچ سکے۔[10](M. USMANI 2005)

مولانا مودودی صاحب نے اپنی تفسیر تفہیم القرآن میں ایک اہم نکتے کی طرف اشارہ کیا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام سے ہی قیدیوں کا خواب کی تعبیر پوچھنا اور ان کو محسنین میں سے شمار کرنا اس بات پر دلیل ہے کہ وہ آپ علیہ السلام کو مجرم اور گنہ گار نہیں سمجھتے تھے۔[11] (MODODI 2012) حضرت یوسف علیہ السلام سے خوابوں کی تعبیر دریافت کی جاتی ہے مگر وہ سب سے پہلے ان لوگوں کے قلوب میں اپنا اعتماد پیدا کرنے کے لیے اپنے اس معجزے کا ذکر کرتے ہیں کہ تمہارے لئے جو کھانا تمہارے گھروں سے یا کسی دوسری جگہ سے آتا ہے، اس کے آنے سے پہلے ہی میں تمہیں بتا دوں گا کہ یہ کس قسم کا کھانا ہے اور کتنا ہے۔ اور یہ سب باتیں بالکل ٹھیک نکلتی ہیں۔ علامہ شبیر عثمانی صاحب اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں: "بہت سے مفسرین نے **لا یاتیکما طعام ترزقانہ**۔۔۔ الخ کے معنی یہ لیے ہیں کہ کبھی کھانا تمہارے پاس نہیں آتا ہے مگر میں آنے سے پہلے اس کی حقیقت پر تم کو مطلع کر دیا کرتا ہوں۔ یعنی آج کیا کھانا آئے گا، کس قسم کا ہوگا پھر تعبیر بتانا کیا مشکل ہے۔"[12](S. USMANI 2007)

مفتی شفیع عثمانی صاحب نے بھی اپنی تفسیر میں اسی مضمون کی تائید فرمائی ہے کہ دین کی دعوت دینے والوں کا طرز عمل ایسا ہونا چاہیے کہ سب سے پہلے اپنے اچھے اخلاق و کردار اور عملی اقدامات کے ذریعے لوگوں کے دلوں میں اپنا اعتماد قائم کریں۔ اگرچہ اس کے لئے ان کو اپنے کچھ کمالات اور صلاحیتوں کا اظہار بھی کرنا پڑے۔ جیسا کہ اس واقعے میں آپ علیہ السلام نے اپنا معجزے کو بھی سامنے رکھا اور خاندان نبوت کا ایک فرد ہونے کو بھی ظاہر کیا۔ اگر اپنے کمالات اور صلاحیتوں کا اظہار اصلاح خلق کی نیت سے ہو، تکبر اور اپنی ذاتی بڑائی ثابت کرنے کی غرض سے نہ ہو، تو اسلام میں اس کی ممانعت نہیں ہے، اور نہ ہی یہ تزکیہ نفس کے خلاف بات ہے۔[13](M. USMANI 2005) اسی طرح اس واقعے میں آگے جا کر مذکور ہے کہ: "یوسف ایھا الصدیق افتنا فی سبع بقرات سمان۔"[14]قیدیوں کا آپ علیہ السلام کو

ایھا الصدیق کہنا اس بات کو واضح کر رہا ہے کہ ان کے نزدیک آپ مجسم سچ ہیں، یعنی جو بات بھی آپ کی زبان سے نکلی، ہمیشہ سچ ہو کر ہی رہی۔ اس لئے امید ہے کہ خواب کی جو تعبیر آپ ہمیں بتائیں گے وہ بھی سچ پر مبنی ہوگی اور پوری ہو کر رہے گی۔

مفتی شفیع صاحب فرماتے ہیں کہ: "اور پھر یہ بھی بتلا دیا کہ میں خاندان نبوت کا ایک فرد اور ان ہی کی ملت حق کا پابند ہو۔ میرے آباؤ اجداد ابراہیم و اسحاق ویعقوب ہیں۔ یہ خاندانی شرافت بھی انسان کا اعتماد پیدا کرنے کا ذریعہ ہوتی ہے۔"[15](S. USMANI 2007) یہاں قابل غور نکتہ یہ ہے کہ آپ علیہ السلام پر اگرچہ زندگی کے مختلف مراحل میں مشکلات آتی رہی، مثال کے طور پر آپ کنویں میں قید رہے، پھر یہاں سے نکالے جانے کے بعد آپ کو غلام بنا کر فروخت کر دیا گیا، اسی طرح عزیز مصر کے ہاتھوں آپ جیل خانے بھیج دیئے گئے وغیرہ، لیکن آپ نے کسی بھی موقع پر کسی کو یہ نہیں بتایا کہ میں انبیاء کرام کی اولاد میں سے ہوں۔ اپنے نسب کے ذریعہ آپ نے مسائل سے نکلنے کی کوشش نہیں کی۔ لیکن دین کی دعوت کے لئے آپ نے اس حقیقت کو مخاطبین دعوت کے سامنے آشکارہ کیا تاکہ شخصیت سازی کے ذریعے لوگوں کے دلوں میں اپنا اعتماد پیدا کر سکیں، اور لوگوں کو معلوم ہو سکے کہ میں کسی نئے دین کی پرچار نہیں کر رہا۔[16] (MODODI 2012)

خلاصہ کلام یہ کہ حضرت یوسف علیہ السلام جیل میں مختلف العقیدہ خصوصا شرک میں مبتلا بت پرست قیدیوں کے ساتھ قید تھے۔ اس کے باوجود آپ نے تمام قیدیوں کے ساتھ اعلی اخلاق کا مظاہرہ کیا۔ نیز اپنی دعوت کو موثر بنانے کے لئے آپ نے شخصیت سازی پر خصوصی توجہ دی۔ اس سے ہمیں دعوت دین کا ایک رہنما اصول یہ معلوم ہوتا ہے کہ داعی کو اپنی شخصیت سازی پر خصوصی توجہ دینی چاہیے، کیونکہ مخاطب کے دل میں داعی کی وقعت واہمیت جتنی زیادہ ہوگی، دعوت کا اثر بھی اتنا ہی زیادہ ہوگا۔

2۔ دعوت کے لئے مناسب موقع کی تلاش: اس واقعے میں داعی حضرات کے لئے ایک اہم نکتہ یہ بھی ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے دعوت کے لئے مناسب موقع کا انتخاب کیا۔ یوں تو حضرت یوسف علیہ السلام کافی عرصے سے قید میں تھے اور دیگر قیدی بھی آپ کے ساتھ ساتھ جیل میں موجود تھے۔ دین کی دعوت کے لیے ان کے پاس فرصت ہی فرصت تھی، اس کے باوجود آپ علیہ السلام دین کی دعوت کے لیے مناسب موقع کی تلاش میں رہے۔ عام طور پر مشاہدہ یہ ہے کہ جیل میں قیدی پر مشقت حالات کی وجہ سے ڈپریشن کا شکار ہوتے ہیں، اس لیے خدشہ ہے کہ ایسے حالات میں ان کو وعظ و نصیحت کرنا اور دین کی دعوت دینا فائدہ کے بجائے مزید نقصان کا سبب نہ بن جائے۔ اسی حکمت کے پیش نظر حضرت یوسف علیہ السلام دعوت کے لئے مناسب موقع کی تلاش میں رہے۔ جب یہ دونوں قیدی آپ کے پاس خواب کی تعبیر پوچھنے کی غرض سے تشریف لائے تو دونوں آپ علیہ السلام کی بات مکمل توجہ کے ساتھ سننے کے لئے تیار تھے۔ اس طرح کا موقع شاید آپ کو دوبارہ کبھی نہ ملتا، اس لیے آپ نے اس موقع کو دین کی دعوت کے لئے مناسب موقع سمجھا۔ مولانا شبیر احمد عثمانی رحمتہ اللہ علیہ

اس حوالے سے لکھتے ہیں: "پیغمبروں کا کام یہی ہوتا ہے کہ دعوت و تبلیغ کا کوئی بھی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ یوسف علیہ السلام نے دیکھا کہ ان قیدیوں کے دل میری طرف متوجہ اور مجھ سے مانوس ہیں۔ قید کی مصیبت میں گرفتار ہو کر شاید کچھ اور بھی ہوئے ہوں گے، لہذا ان حالات میں فرضِ تبلیغ کے ادا کرنے میں فائدہ اٹھائیں اولاد کو دین کی باتیں سکھلائیں پھر تعبیر بتادیں گے۔"۔[17] (S. USMANI 2007) یہاں پر یہ بات بھی اہمیت کی حامل ہے کہ آپ علیہ السلام نے خواب کی تعبیر بتانے سے پہلے انہیں دین کی دعوت دی۔ کیونکہ کہ وہ دونوں مخاطب جس توجہ کے ساتھ حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف متوجہ تھے، خواب کی تعبیر بتادینے کی صورت میں ان کی وہ توجہ شاید باقی نہ رہتی۔ نیز ان دونوں قیدیوں کے خواب سننے کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام کو اس بات کا علم بھی ہو گیا تھا کہ ان میں سے ایک کو عنقریب پھانسی چڑھنے والی ہے، اس لئے اس کے پاس شرک سے توبہ اور اسلام کو قبول کرنے کے لئے وقت نہایت کم ہے۔ اس وجہ سے آپ نے سب سے پہلے انہیں دین کی دعوت دینے کو ترجیح دی تاکہ اس کی موت کفر کی حالت میں نہ ہو اور وہ دائمی جہنمی کے عذاب سے بچ سکے۔ اس دعوت کی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے آپ علیہ السلام نے بڑے مؤثر انداز میں کلام کے رخ کو دین کی دعوت کی طرف موڑ دیا۔ قران کریم نے آپ علیہ السلام کے اس اسلوب دعوت کا نقشہ کچھ یوں کھینچا ہے: "قال لا یاتیکما طعام ترزقنہ الا نبأتکما بتاویلہ قبل أن یاتیکما"[18] یعنی پہلے ان کو تسلی دی کہ آپ کا کھانا آنے سے پہلے میں آپ کو آپ کے خواب کی تعبیر بتادونگا اور آپ جس ضرورت کے تحت میرے پاس ہیں وہ بلا تاخیر پوری کر دی جائے گی، تاکہ یہ لوگ مطمئن رہیں کہ یہاں ہمارا بیٹھنا فضول نہیں ہے، بلکہ ہمارا مقصود بہر حال حاصل ہو کر رہے گا۔ پھر جب آپ علیہ السلام نے دیکھا کہ ان دونوں کو اس حوالے سے اطمینان حاصل ہو گیا ہے تو فورا اپنے کلام کا رخ دین کی دعوت کی طرف موڑ دیا۔ فرمایا: "ذلکما مما علمنی ربی انی ترکت ملۃ قوم لا یومنون باللہ وھم بالآخرۃ ھم کافرون۔"[19] دعوت کی ابتداء آپ نے اللہ کی کبریائی سے کی، کہ میں جو آپ کے خوابوں کی تعبیر بتانے لگا ہوں، اس میں میرا اپنا کوئی کمال نہیں ہے، بلکہ یہ خالص میرے اللہ کی عطا ہے۔ دراصل اللہ کی کبریائی کے ذریعے آپ علیہ السلام انہیں وحدانیت کی دعوت دینا چاہتے تھے۔

مولانا ابوالحسن علی ندوی کے مطابق حضرت یوسف علیہ السلام نے رب کا لفظ استعمال کر کے توحید کی دعوت کا راستہ نکال لیا۔ کیا اس سے زیادہ لطیف، سہل، قابل قبول اور تیزی سے کلام کا رخ بدلا جا سکتا ہے؟ گویا وہ یہ فرما رہے ہیں کہ میری کیا حیثیت اور مجال کہ میں آپ کے خوابوں کی تعبیر بتا سکوں۔ میں تو انتہائی کمزور انسان ہوں۔ میرا تو اپنے اوپر بس نہیں چلتا، لوگوں نے مجھے قید خانہ میں بند کر دیا، لیکن میں ان کا مقابلہ تک نہ کر سکا۔ میرا جیسا کمزور اور ناتواں قیدی کی کیا مجال کہ اس بلند مقام پر اپنے آپ کو فائز سمجھے کہ علم و بصیرت کا دعویٰ کرے۔ یہ محض اللہ تعالی کا مجھ پر کرم ہے کہ اس نے مجھے خوابوں کی تعبیر کا یہ علم عطا فرمایا۔[20] (NADVI بلا تاریخ)

3۔بہترین پیرائے میں دعوت کا آغاز: حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی دعوتی گفتگو کا آغاز اس طرح فرمایا کہ پہلے تو ان کو یہ اطمینان دلایا کہ جس خواب کی تعبیر وہ پوچھنے آئے ہیں اسکی تعبیر وہ بتاسکتے ہیں، انہوں نے انتخاب میں کوئی غلطی نہیں کی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:"قال لا یاتیکما طعام ترزقنه الا نباتکما بتاویله۔"[21] یعنی جو کھانا تم کو ملنے والا ہے وہ آنے نہیں پائے گا کہ میں اس سے پہلے تم کو ان خوابوں کی تعبیر بتادوں گا۔ یہ ایک انسانی فطرت ہے کہ ہر ضرورت مند کی خواہش اور کوشش ہوتی ہے کہ اس کی حاجت جلد سے جلد پوری ہو جائے۔ ایک مریض اگر کسی ڈاکٹر کے پاس جائے کہ وہ اس کے مرض کی تشخیص کر کے کوئی دوا تجویز کرے اور وہ ڈاکٹر علاج کی بجائے ٹال مٹول کرنے لگے یا یہ کہنے لگے کہ میں اس کا علاج کتابیں دیکھ کر ہی بتاسکوں گا، یا ذرا میں فلاں ڈاکٹر یا حکیم سے مشورہ کرلوں تو اس مریض کا دل ٹوٹ جائے گا اور شاید مایوس ہو کر واپس ہی چلا جائے۔ اور شاید دوبارہ کبھی اس ڈاکٹر کا رخ نہ کرے۔ اسی لئے گفتگو کا پہلا جز یہی ہے کہ حاجت مند کے دل میں یہ اعتماد پیدا کر دیا جائے کہ جس کے پاس تم آئے ہو، وہ تمھاری حاجت پوری کرنے کی مکمل صلاحیت رکھتاہے، اور تمہاری ضرورت بلا تاخیر پوری کر دی جائے گی۔[22](NADVI بلا تاریخ)

چنانچہ آپ علیہ السلام بھی مخاطبین کو اعتماد دلانے کے بعد بڑے لطیف انداز میں بات کا رخ بدلتے ہیں اور دعوت اور وعظ و نصیحت کا راستہ نکال لیتے ہیں۔ اس میں داعی حضرات کے لیے سبق یہ ہے کہ دعوت دین کا آغاز خوبصورت پیرائے میں کیا جائے۔ مخاطب کے کلام کو دعوتی وعظ سے مربوط کر کے اس کا رخ دعوت دین کی طرف موڑا جائے، اور حکمت و بصیرت کے ساتھ مخاطب کے اصلاح کی کوشش کی جائے۔

4. مرغوب کلام سے دعوت کا آغاز: حضرت یوسف علیہ السلام اپنی دعوت کا آغاز مخاطب کے پسندیدہ کلام سے کرتے ہیں.۔ فرماتے ہیں:"قال لا یأتیکما طعام ترزقنه آلا نبأتکما بتأویله قبل أن یأتیکما۔"[23] یعنی آپ کا کھانا آنے سے پہلے ہی میں آپ کو آپ کے خوابوں کی تعبیر بتادوں گا۔ یہ ہمارا عام مشاہدہ ہے کہ قید میں عام طور پر کھانے پینے کی طرف زیادہ میلان ہوتا ہے۔ انسان انتظار کرتا ہے کہ کب کھانے کا ٹائم ہو گا اور ہمیں کچھ کھانے کو ملے گا۔ ایسے حالات میں قیدی کا اپنی مرغوب چیز یعنی کھانے کے بارے میں بات کرنا دلچسپی کا باعث ہوتا ہے۔ اس لئے حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے دعوت کی ابتداہی کھانے سے کی تاکہ ان کو اپنی طرف زیادہ سے زیادہ متوجہ کیا جاسکے۔ حضرت ابوالحسن علی ندوی اس حوالے سے لکھتے ہیں:"قیدیوں کے لیے کھانے کا ذکر بہت پسندیدہ ہوتا ہے۔ لہذا حضرت یوسف علیہ السلام نے کھانے کا ذکر فرما کر ان کے اندر ایک نشاط پیدا کر دیا۔ کھانے کا ذکر ہر ایک کے لیے پسندیدہ ہے۔ چہ جائیکہ قیدیوں کے لیے اور بھی رغبت کی چیز ہے۔ لہذا جب حضرت یوسف علیہ السلام نے اس کا ذکر کیا تو ان کے دل کھل اٹھے اور مزید باتیں سننے کے لیے کان آمادہ ہو گئے۔"[24](NADVI بلا تاریخ)

ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم مخاطب کے پسندیدہ اور مرغوب کلام سے دعوت کا آغاز کریں، اور جب مخاطب مکمل طور پر ہماری طرف متوجہ ہو جائے تو کلام کا رخ دعوت کی طرف پھیر دیا جائے۔

5۔دعوت کا مرکز توحید: جیسا کہ اوپر مذکور ہوا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی تمام خوبیوں صلاحیتوں اور کمالات کی نسبت اللہ تعالی کی طرف فرمائی کہ:"ذلکما مما علمنی ربی۔"[25] پھر اگلی آیت میں فرمایا:"ماکان لنا أن نشرک باللہ من شيئ۔"[26] یعنی ہمیں دنیا کی کسی بھی چیز کو کسی بھی درجہ میں خدا کا شریک بنانا جائز نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے توحید اور اللہ تعالی کی کبریائی کے بیان کو اپنی دعوت کا مرکز و محور بنایا۔ اور مخاطب کو اس بات کی تلقین کی کہ ہمارا سب سے بڑا اور مقدم مطمح نظر یہی رہے کہ: ہم دنیا کی کسی چیز کو کسی درجے میں بھی خدا کا شریک نہ بنائیں۔۔ نہ ذات میں، نہ صفات میں، نہ افعال میں، نہ ربوبیت و معبودیت میں۔ صرف اسی کے آگے جھکیں اسی سے محبت کریں اسی پر بھروسہ رکھیں اور اپنا جینا مرنا سب اسی ایک پروردگار کے حوالے کر دیں۔[27] (S. USMANI 2007) اس سے یہ معلوم ہوا کہ توحید اور اللہ کی کبریائی ہماری دعوت کا مرکز و محور ہونا چاہیے۔ نیز اپنی تمام خوبیوں، صلاحیتوں اور کمالات کی نسبت اللہ تعالی کی طرف کرنا بھی ایک طرح کی توحید کی دعوت دینا ہے۔ کیونکہ یہ اللہ تعالی کی کبریائی کا بیان ہے، اور اس کی عظمت و بڑائی کا اظہار ہے۔

6۔دعوت میں ترتیب و تدریج کا خیال رکھنا: حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس یہ دونوں قیدی خواب کی تعبیر معلوم کرنے آتے ہیں۔ مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ ان دونوں پر الزام یہ تھا کہ انہوں نے شاہی کھانے میں زہر ملایا ہے۔ معلوم ہوا کہ ان میں بت پرستی اور شرک کے علاوہ بھی بہت سی برائیاں موجود تھیں۔ لیکن حضرت یوسف علیہ السلام نے دعوت دیتے ہوئے ترتیب و تدریج کا خیال رکھا اور ان کے اندر موجود برائیوں میں سے سب سے بڑی برائی یعنی شرک سے بچنے اور اللہ کی وحدانیت کو اختیار کرنے کی دعوت دی۔

اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم بھی مخاطب کے حالات اور نفسیات کو سامنے رکھتے ہوئے دعوت دین میں ترتیب و تدریج کا خیال رکھیں، اور الاھم فالاھم کے اصول کا خیال رکھتے ہوئے مخاطب کی اصلاح کی کوشش کریں۔

7۔احسان فراموشی کے باوجود مخاطب کے ساتھ نرمی اور رحم دلی کا مظاہرہ کرنا: حضرت یوسف علیہ السلام نے ان دونوں مخاطبین کو خواب کی تعبیر بتادی کہ:"یا صاحبی السجن اما احد کما۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔من راسہ۔"[28] یعنی تم میں سے ایک اپنے آقا کی خدمت پر مامور ہو گا جبکہ دوسرے کو سولی چڑھادی جائے گی۔ پھر جس شخص کے بارے میں یوسف علیہ السلام کو معلوم تھا کہ وہ اپنے آقا کی خدمت پر مامور ہو گا اسے آپ نے فرمایا:"اذکرنی عند ربک۔"[29] کہ جب تم بادشاہ کی خدمت میں جاؤ تو ان سے میرا بھی تذکرہ کرنا اور میرے حالات ان کے سامنے رکھنا،

خدمت پر مامور ہو جاتا ہے تو یوسف علیہ السلام کو بالکل بھول جاتا ہے۔ یوں حضرت یوسف علیہ السلام کئی سال تک جیل میں قید رہتے ہیں۔ لیکن اللہ کا کرنا ایسا ہوتا ہے کہ بادشاہ ایک خواب دیکھتا ہے جس کی تعبیر کوئی بھی نہیں بتا پاتا۔ خواب کی تعبیر کا مسئلہ سامنے آنے پر بادشاہ کے خادم کو حضرت یوسف علیہ السلام فورا یاد آجاتے ہیں۔ چنانچہ وہ خادم آپ علیہ السلام کے پاس آتا ہے اور بادشاہ کے خواب کی تعبیر پوچھتا ہے: "یوسف ایھا الصدیق۔۔۔۔یعلمون۔"[30] اے یوسف اے سچ بولنے والے، مجھے بادشاہ کے خواب کی تعبیر بتا دو۔

حضرت یوسف علیہ السلام فورا اس کے خواب کی تعبیر بتا دیتے ہیں، لیکن اس سے کسی قسم کا کوئی گلہ شکوہ نہیں کرتے۔ اس کی احسان فراموشی کے باوجود نرمی اور رحم دلی کا مظاہرہ کرتے ہیں، اگر آپ چاہتے تو اس سے منہ پھیر سکتے تھے اور خواب کی تعبیر بتانے سے انکار کر سکتے تھے۔ علامہ شبیر احمد عثمانی اس واقعے کے تحت لکھتے ہیں: "یوسف علیہ السلام نے تعبیر بتانے میں دیر نہ کی، نہ کوئی شرط لگائی۔ نہ اس شخص کو شرمندہ کیا کہ تجھ کو اتنی مدت کے بعد اب میرا خیال آیا۔ اس سے انبیاء کرام علیہم السلام کے اخلاق و مروت کا اندازہ ہوتا ہے۔"[31](S. USMANI 2007) مزید اسی واقعہ کے ذیل میں حضرت ایک نکتہ کی نشاندہی کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: "یہاں یہ نکتہ بھی اہم ہے کہ وہ خادم صرف خواب کی تعبیر معلوم کرنے آیا تھا۔ لیکن اس کی احسان فراموشی کے باوجود حضرت یوسف علیہ السلام نے تین چیزیں عطا فرمائیں۔ خواب کی تعبیر کہ قحط سالی آئے گی، تدبیر کہ اس قحط سالی سے کیسے بچا جائے اور، تبشیر کہ اس قحط سے پہلے سات سال خوب رزق کی فراوانی ہو گی۔"[32](S. USMANI 2007) مذکورہ بحث میں داعی حضرات کے لیے یہ رہنمائی ہے کہ مخاطب کی بد اخلاقی اور ہر قسم کی زیادتی کے باوجود اس سے نرمی اور رحمدلی سے پیش آیا جائے۔

8۔ **مخاطب کو اچھے نام سے مخاطب کرنا:** حضرت یوسف علیہ السلام سے جب یہ دونوں مخاطبین خواب کی تعبیر معلوم کرنے آتے ہیں تو آپ ان کو محبت بھرے انداز میں مخاطب کرتے ہیں: "یا صاحبی السجن۔"[33] اے میرے قید خانے کے ساتھیو۔ غور فرمائیے اس انداز تخاطب میں ایک مانوسیت اور اپنا پن چھلک رہا ہے، جو لا محالہ محبت پیدا کرنے اور آپس میں دل لگاؤ کا ذریعہ ہے۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم مخاطبین دعوت کو اچھے القاب سے مخاطب کریں اور مانوسیت کی فضاء قائم کر کے دعوت کو موثر بنانے کی کوشش کریں۔

9۔ گناہ سے نفرت کی جائے، گناہ گار کی ذات سے نہیں: حضرت یوسف علیہ السلام جیل میں جنگی قیدیوں کے ساتھ قید ہیں۔ وہ تمام بت پرست اور شرک جیسے عظیم گناہ میں مبتلا ہوتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود آپ ان سے نفرت کا اظہار نہیں کرتے۔ ان میں سے دو ایسے قیدی آپ کے پاس خواب کی تعبیر معلوم کرنے آتے ہیں کہ جن پر بادشاہ کے کھانے میں زہر ملانے کا الزام ہوتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود آپ ان سے شفقت و ہمدردی کا معاملہ کرتے ہیں۔ مفتی محمد شفیع صاحب لکھتے ہیں: "یوسف علیہ السلام جیل میں بھیجے گئے جو مجرموں اور بد معاشوں کی بستی ہوتی ہے، مگر یوسف علیہ السلام نے ان کے ساتھ بھی حسن اخلاق اور حسن معاشرت کا وہ معاملہ کیا جس سے وہ سب

گرویدہ ہو گئے۔ جس سے معلوم ہوا کہ معلمین کے لیے لازم ہے کہ مجرموں خطاکاروں سے شفقت و ہمدردی کا معاملہ کرکے ان کو اپنے سے مانوس و مربوط کرے مجھے کسی قدم پر منافرت کا اظہار نہ ہونے دیں۔"[34](M. USMANI 2005) بت پرستی سے بڑا کوئی گناہ نہیں ہے، لیکن حضرت یوسف علیہ السلام کا ان قیدیوں کے ساتھ محبت اور ہمدردی کا مظاہرہ کرنا ہمیں یہ درس دیتا ہے کہ گناہ سے تو نفرت کی جائے، لیکن گنہگار کی ذات سے نفرت نہ کی جائے۔ کیونکہ مخاطب کی مثال مریض کی سی ہوتی ہے۔ اگر ڈاکٹر مریض سے ہی نفرت کرنے لگے تو اس کا علاج کیونکر ممکن ہے۔ خصوصا مختلف العقیدہ اور مختلف النظریات مخاطبین کو دعوت دیتے ہوئے اس نکتے کا خصوصی خیال رکھنا چاہیے۔

حرف آخر: سورہ یوسف قرآن کریم کی وہ واحد سورت ہے جو اپنے اسلوبِ بیان، ترتیبِ بیان اور حُسنِ بیاں میں باقی سورتوں میں سے منفرد اور نمایاں ہے۔ پوری سورہ مبارکہ کا مضمون سیدنا حضرت یوسف علیہ السلام کی سیرت کے نہایت اُجلے پہلو، عفت و عصمت اور پاکیزہ سیرت و کردار پر مشتمل ہے۔ خاص طور پر یہ واقعہ دعوت کے اہم رہنما اصولوں پر مشتمل ہے اور دین کی دعوت دینے والوں کے لیے اس میں رہنمائی کا بڑا سامان ہے۔ جس قدر اس دعوتی واقعے میں انسان غور و خوض کرتا رہے گا، اتنی ہی مزید رہنمائی اسے حاصل ہوتی رہے گی۔

نتائج بحث: اس مقالے سے نتائج کے طور پر دعوت دین کے مندرجہ ذیل رہنما اصول ثابت ہوتے ہیں:

۱۔ داعی حضرات کو شخصیت سازی کی طرف خصوصی توجہ دینی چاہیے۔

۲۔ دین کی دعوت کے لئے مناسب موقع کی تلاش میں رہنا چاہیے۔

۳۔ بہترین پیرائے میں دعوت کا آغاز کرنا چاہئے۔

۴۔ مخاطب کے مرغوب کلام سے دعوت کا آغاز کرنا چاہیے۔

۵۔ دعوت دین کا مرکز و محور توحید ہے۔

۶۔ دعوت میں ترتیب و تدریج کا خیال رکھنا چاہیے۔

۷۔ مخاطب کے ساتھ نرمی اور رحم دلی کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔

۸۔ مخاطب کو اچھے اور پسندیدہ نام سے مخاطب کرنا چاہیے۔

۹۔ گنہگار کے فعلِ گناہ سے نفرت کی جائے، اس کی ذات سے نفرت نہ کی جائے۔

حوالہ جات

1 سورہ انعام: آیت نمبر ۴۸

2 یوسف:۰۳

3 سیوہاری، محمد حفظ الرحمن، مولانا، قصص القرآن، دارالاشاعت کراچی ۲۰۰۲ء، ج:۱، ص:۲۸۱۔

4 یوسف:۳۶تا۴۱

5 یوسف:۳۶

6 ندوی، سید ابوالحسن علی، خطبات علی میاں، مجلس نشریات اسلام، کراچی، ج:۵، ص:۳۷۹

7 قرطبی، محمد بن انصاری، تفسیر قرطبی، دارالکتب مصر، قاہرہ، ۱۹۹۵ صفحہ ۲۳۹، ج۹

8 ندوی، سید ابوالحسن علی، خطبات علی میاں، مجلس نشریات اسلام، کراچی، ج:۵، ص:۳۷۹

9 کتاب پیدائش، باب نمبر ۳۹ آیت نمبر ۲۲

10 عثمانی، محمد شفیع، مفتی، معارف القرآن، ادارۃ المعارف، کراچی، فروری ۲۰۰۵، ج:۵، ص:۶۷۔۶۸

11 مودودی، ابوالاعلی، مولانا، تفسیر تفہیم القرآن، لاہور، ۲۰۱۲ء ج۲ ص۴۰۰

12 عثمانی، شبیر احمد، مولانا، تفسیر عثمانی، دارالاشاعت، کراچی، ۲۰۰۷ء، ج:۱، ص:۶۷۴

13 عثمانی، محمد شفیع، مفتی، معارف القرآن، ادارۃ المعارف، کراچی، فروری ۲۰۰۵، ج:۵، ص:۷۰۔۷۱

14 یوسف:۴۶

15 عثمانی، شبیر احمد، مولانا، تفسیر عثمانی، دارالاشاعت، کراچی، ۲۰۰۷ء، ج:۱، ص:۶۷۷

16 ابوالاعلیٰ، مودودی، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، فروری ۲۰۱۲ء، ج:۲، ص:۴۰۳

17 عثمانی، شبیر احمد، مولانا، تفسیر عثمانی، دارالاشاعت، کراچی، ۲۰۰۷ء، ج:۱، ص:۶۷۴

18 یوسف:۳۷

19 ایضاً

20 ندوی، سید ابوالحسن علی، خطبات علی میاں، مجلس نشریات اسلام، کراچی، ج:۵، ص:۳۸۶

21 یوسف:۳۷

22 ندوی، سید ابوالحسن علی، خطبات علی میاں، مجلس نشریات اسلام، کراچی، ج:۵ ص:۳۸۲۔۳۸۳

23 ایضاً

24 ندوی، سید ابوالحسن علی، خطبات علی میاں، مجلس نشریات اسلام، کراچی، ج:۵، ص:۳۸۴

25 یوسف:۳۷

26 یوسف:۳۸

27 عثمانی، شبیر احمد، مولانا، تفسیر عثمانی، دارالاشاعت، کراچی، ۲۰۰۷ء، ج:۱، ص:۶۷۴

28 یوسف:۴۱

29 یوسف:۴۲

30 یوسف:۴۶

31 عثمانی، شبیر احمد، مولانا، تفسیر عثمانی، دارالاشاعت، کراچی، ۲۰۰۷ء، ج:۱، ص:۶۷۷

32 عثمانی، شبیر احمد، مولانا، تفسیر عثمانی، دارالاشاعت، کراچی، ۲۰۰۷ء، ج:۱، ص:۶۷۸

33 یوسف:۳۹

34 عثمانی، محمد شفیع، مفتی، معارف القرآن، ادارۃ المعارف، کراچی، فروری ۲۰۰۵، ج:۵، ص:۷۰

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.